حسنین ساحر

(Poetry)

by

HASSNAIN SAHIR

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چراغ شار (شاعری)

حسنین ساحر

کیوں نہ ہوں مجھ پر عطائیں، کیوں نہ ہو مجھ پر کرم

میں شہِ کونینؐ کے حسنینؑ کا ہم نام ہوں

(حسنین ساحر)

چراغشار

[شاعری]

حسنین ساحر

بزمِ تخلیق و تحقیق

اسلام آباد...☆...پاکستان

ہم سفر یادوں کے نام

ترتیب

---"غزلینہ"---

---"نظمینہ"---

...★...

غزلیں

O

فقط چراغ نہیں اب چراغشار ملے
سیاہ رُت میں کوئی صبحِ اعتبار ملے

غمِ حیات کی فرسودگی ہے جاں فرسا
جمود ٹوٹے کوئی تو رہِ فرار ملے

مِرے نصیب پہ سایہ ہے زرد موسم کا
بہت ہوا، مجھے کچھ تو نئی بہار ملے

عجب ہے طرزِ تمنا، جہاں جہاں دیکھا
اُمید مُردہ مگر زندہ خوابشار ملے

جو جس قبیل کا تھا وہ اُسی قبیل میں ہے
میں رہ نورد تھا، مجھ کو سفر شعار ملے

جو محوِ شوق تھے منزل اُنھیں نصیب ہوئی
جو محوِ خواب تھے اُن کو فقط غبار ملے

جب اُس کی ذات سے نکلا تو تیرگی دیکھی
جب اپنی ذات میں اُترا تو خلفشار ملے

کبھی تجھے بھی مکافات دیکھنی ہوں گی
مِری دعا ہے تجھے تجھ سا دوستدار ملے

سماج تفرقہ آرائیوں کی زَد پر ہے
قدم قدم پہ تعصب اور انتشار ملے

مجھے یقین تھا یہ وقت بھی نہیں رہنا
میں سنگ زار سے گزرا تو سبزہ زار ملے

اُسے کہو کہ تعلق بحال کرتے ہیں
ملے نہ روز مگر وہ کبھی کبھار ملے

یہ زندگی تو فقط خار و گل کا قصہ ہے
کہیں پہ دشت، کہیں پر گلاب زار ملے

قدم قدم پہ مزاحم ہے تیرگی ساحرؔ
نہیں چراغ تو، جگنو ملے، شرار ملے

○

قدم قدم پہ مصائب تھے آزماتے ہوئے
بس اِک جنون ہی دیکھا سفر نبھاتے ہوئے

رہینِ درد نے بے درد زندگی پائی
غزل میں دفن ہے اپنا قلم چلاتے ہوئے

وہ اپنی خاک سے رفعت کشید کرتا ہے
جو چل رہا ہے جبیں پر زمیں سجاتے ہوئے

کسی کے پاس ہیں بھنڈار چکنی باتوں کے
کوئی ہے سوچ میں، کیا بولے لب ہلاتے ہوئے؟

جس ایک لمحے کی چاہت یہاں تلک لائی
گزر گیا ہے وہ مجھ سے نظر چُراتے ہوئے

مفاد خواہوں نے میرا یقین چھین لیا
جھجھک رہا ہوں میں رشتے نئے بناتے ہوئے

بَرَہنہ پائی بھی کتنی غرور اَفزا ہے
وہ چل رہا ہے فلک سے نظر ملاتے ہوئے

دل و نگاہ میں ساحرؔ بسے ظفر یابی
تو کون سوچتا ہے کشتیاں جلاتے ہوئے

○

ناروا اتنا زمانے میں ستایا گیا ہوں
وقت سے پہلے ہی میں بوڑھا بنایا گیا ہوں

کیوں کسی اور کے جُرموں کی سزا دی گئی ہے؟
کیوں میں جنت سے جہنم میں بلایا گیا ہوں؟

پھر کسی کام سے احباب چلے آئے ہیں
یاد آیا تو نہیں یاد دِلایا گیا ہوں

میرے قالب میں فقط اَستھیاں رکھی ہوئی ہیں
یاد چندن پہ لٹا کر میں جلایا گیا ہوں

سامنے رہ کے بھی کیوں فاصلے گھٹتے ہی نہیں؟
اُلٹے قدموں پہ مری جان چلایا گیا ہوں

بھول جانا مجھے ممکن ہی نہیں تیرے لیے
شور ہوں میں تیری سانسوں میں مچایا گیا ہوں

جس طرف نظریں اُٹھائیں گے مجھے پائیں گے
عکس ہوں سب کی نگاہوں میں سمایا گیا ہوں

آسمانوں پہ رسائی کا نہیں زَعم مجھے
میں زمیں زاد زمیں پر سے اُٹھایا گیا ہوں

لوگ جوبن کے پُجاری ہیں اَزل سے ساحرؔ
میں گیا وقت ہوں، ہر دل سے بھلایا گیا ہوں

○

اس انسانوں کے جنگل میں کوئی اپنا نہیں ملتا
سبھی کاندھوں پہ سر ہیں پر کوئی چہرہ نہیں ملتا

مرے کمرے میں تعبیریں پڑی ہیں ایک مدت سے
مگر نیندوں کو میری اب کوئی سپنا نہیں ملتا

کسی کی ذات میں جب تک فنا ہوتا نہیں کوئی
محبت کو مری جاں! عشق کا رتبہ نہیں ملتا

عجب ابہام کے پردے پڑے ہیں میری آنکھوں پر
کسی جانب سے مجھے منظر کوئی اُجلا نہیں ملتا

تِرے اپنے مسائل ہیں، مرے اپنے مسائل ہیں
تجھے منزل نہیں ملتی، مجھے رستہ نہیں ملتا

بہت ملتے رہے ہیں زیست میں اچھے برے لیکن
جو دل کو بھا گیا ساحرؔ وہی اچھا نہیں ملتا

○

نہیں آسان ہونے کی یہ دشواری ہماری
بنی ہے پاؤں کی زنجیر خودداری ہماری

جو دِکھتا ہے وہی دیکھو، پسِ پردہ نہ جھانکو
سرِ پردہ سراہو بس اداکاری ہماری

ہمارے بعد زہریلے رویے سہنے ہوں گے
تمہیں تب یاد آئے گی یہ جی داری ہماری

حیاتی جھیلتے تم بھی تو پھر کچھ بات بنتی
بڑی مشکل سے آتی ہے یہ فن کاری ہماری

سمجھ سے بالا تر ہو تم، تمھیں اب کون سمجھائے
خموشی بھی تمھیں لگتی ہے ہُشیاری ہماری

اسی کارن سماجی فاصلے اپنا لیے ہیں
کہیں تہمت نہ بن جائے یہ دل داری ہماری

اگر بہروں ہی کو آواز اپنی بیچتے ہم
گلے میں پھانس بن جاتی صدا کاری ہماری

نہیں ہو تم تو کیا غم ہے، ہمیں تنہا نہ سمجھو
ہمارے ساتھ رقصاں ہے یہ سرشاری ہماری

○

رُو بہ رُو ہو کر میں خود سے خود کو سمجھاتا رہا
آئنوں سے مُدتوں میرا عجب ناتا رہا

دُور رہ کر بھی وہ میرے درد کا درماں رہے
لمس اُن کی یاد کا زخموں کو سہلاتا رہا

اُس کی مجبوری رہی ہو گی، وہ ایسا تو نہ تھا
مُدتوں یہ سوچ کر میں دل کو بہلاتا رہا

لوگ میرا ہاتھ تھامے منزلوں کو پا گئے
اور میں بس ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھاتا رہا

لوگ مجھ سے فائدوں پر فائدے لیتے رہے
سادگی میں سادگی کی میں سزا پاتا رہا

مَسند آرا ہو کے اُس نے اپنی نظریں پھیر لیں
اپنے مطلب کے لیے جو میرے گن گاتا رہا

تم بھروسا توڑ کر جتنا بھی سمجھاتے رہو
دوستو! تم پر سے اب میرا یقیں جاتا رہا

لاکھ چاہا میں بھی دنیا کی طرح سوچوں مگر
دل مرا مجھ کو وفاؤں پر ہی اُکساتا رہا

جانے کس اُلجھن میں تھا وہ آج بھی جاتے سمے
بات کر کے مجھ سے وہ ہر بات اُلجھاتا رہا

وہ مِرے ماضی کو لکھ کر صاحبِ شہرت ہوئے
میں فقط گزری ہوئی باتوں کو دُہراتا رہا

خود پہ آئی ہے تو کوئی حل مِلتا نہ مجھے
اُلجھنیں میں دوسروں کی خاک سُلجھاتا رہا!

ہو نہ ہو کچھ تو غلط سر زَد ہوا ہے منصفو!
آج پھر سورج زمیں پر آگ برساتا رہا

○

زندگی شب گزیدہ مسافت ہوئی اور اُمید کی لو بھی گھٹتی رہی
ہر قدم پر تھی مشکل نئی منتظر اور مرا ہاتھ قسمت جھٹکتی رہی

سوچتا رہ گیا اپنے ماضی کو میں، سوچ ہی سوچ میں عمر کٹتی رہی
دل کی ویرانیاں ڈھل گئیں رات میں، اور یونہی رات لمحوں میں بٹتی رہی

دھڑکنیں نام جپتی رہیں آپ کا اور میں دنیاداری نبھاتا رہا
آپ کی یاد جیون سہارا بنی راہ سے ہر مصیبت سٹکتی رہی

شاخ سے ٹوٹے پتے کے جیسے جیا اپنی مرضی سے کچھ بھی نہ میں نے کیا
زندگی بے بسی کا صحیفہ بنی کہ ہوا جس کے اوراق الٹتی رہی

رفتہ رفتہ میں بڑھتا رہا پر مجھے آستیں میں چھپے سانپ ڈستے رہے
جو بظاہر بڑھاتے رہے حوصلہ ان کو میری سفلتا کھٹکتی رہی

ذہن و دل پر مرے خوف طاری رہا ایک لمحہ بھی حالات بدلے نہیں
جسم کمرے میں رکھا رہا اور مری روح بازار ہی میں بھٹکتی رہی

اپنے چہرے پہ مسکان لے کر جیا، کرب اندر کا ظاہر نہ ہونے دیا
آنکھیں ویران تھیں، لب بھی خاموش تھے آپ کی یاد من میں سسکتی رہی

○

رابطے بڑھانے کی جستجو ضروری ہے
چائے تو بہانہ ہے گفتگو ضروری ہے

پیار اک حقیقت ہے، پیار اک طریقت ہے
اور اس طریقت کی آرزو ضروری ہے

نفرتوں کی زَد پر ہے گلستاں محبت کا
اِک حصار اُلفت کا چار سُو ضروری ہے

ناشناس لہجے ہی دوریوں کا باعث ہیں
گفتگو میں چاہت کی باس بُو ضروری ہے

خواب دیکھ لینا ہی زندگی نہیں ہوتی
کچھ بھی کر گزرنے کی یار خُو ضروری ہے

میں نے کہہ دیا سب کچھ، تم نے سُن لیا سب کچھ
اب یوں نشر بازی کیا کُو بہ کُو ضروری ہے

وہ خوشی کا باعث ہے، وہ سکون افزا ہے
اُس کا ہر گھڑی رہنا رُو بہ رُو ضروری ہے

کچھ کمی نہیں ساحرؔ، زندگی بِتانے کو
ایک میں ضروری ہوں، ایک تو ضروری ہے

○

یہ میرا شہر ہے یا کوئی قید خانہ ہے
بہت گھٹن ہے یہاں، میں نے گاؤں جانا ہے

عجب سکون ہے فرحت ہے ان ہواؤں میں
تمھارے گاؤں سے رشتہ مِرا پرانا ہے

کٹے گی کیسے یہ میرا ہی مسئلہ تو نہیں
سفر حیات کا تم نے بھی تو نبھانا ہے

جو پِٹ چکی ہیں لکیریں میں کیوں چلوں اُن پر
مجھے تو راستہ اپنا نیا بنانا ہے

روایتوں کو کرو دفن اور چُپ بیٹھو
تمھارا وقت گیا اب مِرا زمانہ ہے

سبھی کے ہاتھ میں ہیں تہمتیں اُٹھائی ہوئی
مِرا ہی نام بھرے شہر میں نشانہ ہے

مجال ہے کہ کسی طور کچھ بھلا کر دے
امیرِ شہر کی فطرت میں ہی بہانہ ہے

کسی سے میں کوئی امید کیوں رکھوں ساحرؔ
کہ اپنا بوجھ مجھے خود ہی تو اٹھانا ہے

○

اضطراب اندر کا پھر چُھپا نہیں پائے
آج بھی نظر مجھ سے وہ ملا نہیں پائے

سامنے جب آ جاؤں تو نظر چُراتے ہیں
یعنی آج تک مجھ کو وہ بُھلا نہیں پائے

کیا نہیں کیا میں نے اس مقام کی خاطر
کیا نہیں کیا تم نے، پر گرا نہیں پائے

میں لکیر پتھر پر، مِٹ نہیں سکوں گا میں
بے شمار ٹکرائے پر مٹا نہیں پائے

اپنے ضبط پر اُن کو کتنا زَعم تھا لیکن
مجھ سے دور ہو کر اِک پل بِتا نہیں پائے

اُس کی سُونی آنکھوں میں میرا عکس باقی ہے
اُس کی سُونی آنکھوں میں سُکھ سما نہیں پائے

O

زندگی مثلِ قفس، دشتِ جُنوں، چُپ ہی رہوں
ہر کوئی زیرِ فسوں، چپ ہی رہوں، چُپ ہی رہوں

جو بھی آتا ہے وہ اپنی ہی سناتا ہے مجھے
حالِ دل کس سے کہوں، کیسے کہوں، چُپ ہی رہوں

سب نصیحت گر ہیں، مشکل میں کوئی حامی نہیں
کیا مصیبت ہے، میں کس کس کی سنوں، چُپ ہی رہوں

ایک دن چھٹی کا لیکن کام میرے بے شمار
مخمصے میں ہوں کہ اب کیا کیا کروں، چُپ ہی رہوں

تیری یادیں اور تنہائی عطائے عشق ہے
تیری چاہت ہے مِرا دردِ دروں، چُپ ہی رہوں

سوچتا ہوں، کیا ملا مجھ کو وفاؤں کا صلہ
یہ قضیّہ عشق کا اب چھوڑ دوں، چُپ ہی رہوں

چڑھتے سورج کے پجاری سے یہی اُمید تھی
بے رُخی کا ہے سبب میرا زبوں، چُپ ہی رہوں

کیوں نہ اُس کو چھوڑ دوں ساحرؔ میں اُس کے حال پر
کب تلک یوں بے رُخی اُس کی سہوں، چُپ ہی رہوں

○

تیری یادوں کے سرابوں کے سوا کچھ نہ رہا
دردِ ہجرت کے عذابوں کے سوا کچھ نہ رہا

میرے ہاتھوں کی لکیروں میں ترا نام نہیں
میری قسمت میں خرابوں کے سوا کچھ نہ رہا

میری قسمت کی طرح نیند بھی روٹھی ہوئی ہے
جاگتی آنکھوں میں خوابوں کے سوا کچھ نہ رہا

جن کتابوں میں ترے لمس کی خوشبو تھی کبھی
اُن کتابوں میں گلابوں کے سوا کچھ نہ رہا

اب نہ محفل ہی رہی اور نہ جانِ محفل
مے کدے میں بھی شرابوں کے سوا کچھ نہ رہا

جیوَن آندھی نے کہیں کا نہیں چھوڑا مجھ کو
خیمۂ جاں میں طنابوں کے سوا کچھ نہ رہا

سچ ہی کہتے ہیں فقط نام کا ساحرؔ ہوں میں
اب مِرے پاس کتابوں کے سوا کچھ نہ رہا

○

جنوں رقصاں، تماشا زندگی ہے
خِرد ہے وجد میں کیا بے کلی ہے

وہ پہلے کی طرح ملتا نہیں ہے
مِرے لہجے میں شاید کچھ کمی ہے

ہنسی چنگھاڑتی پھرتی ہے باہر
مِرے مَن میں مگر اِک خامشی ہے

سکوں افزا ہے اُس مہ وش کی مورت
وہ گاؤں کی سریلی چاندنی ہے

جہانِ دل کا ہر منظر ہے اُجلا
تمھارے دم سے یہ آسودگی ہے

تمناؤں کا جھنجھٹ پالنا کیا
اگر تُو ساتھ ہے تو کیا کمی ہے

یہ ہنستے ہنستے کیا بیتی اچانک؟
تری آنکھوں میں یہ کیسی نمی ہے؟

○

تو نہیں پاس تو سینے میں یہ دَھک دَھک کیسی
تیری چاہت، مری قسمت میں یہ چشمک کیسی

میرے اوسان خطا ہیں یا نہیں ہوش میں تم؟
گھر کا دروازہ کھلا ہے تو یہ دستک کیسی

جو ملن گیت میں کھویا اسے معلوم ہے کیا؟
راگ کامود ہے کیا برہا کی سپتک کیسی

سانس مالا میں تری، نام کسی اور کا ہے
تیرے آنگن میں مِرے نام کی ڈھولک کیسی

میں ہوں امروہی، تو آروہی، مرا محور تو
عشق سازینے میں ابہام کی گنجلک کیسی

دل اگر شاد ہو، آنکھیں جو ہوں روشن ساحرؔ
پھر اندھیرا ہو، سیاہی ہو کہ کالک، کیسی

○

طبعِ موزوں کی نہ یہ طبعِ رواں کی بات ہے
شعر کہنا اصل میں طبعِ فغاں کی بات ہے

بے وفائی، کج ادائی غیر کا قصہ نہیں
یہ تو میرے یار! خوئے دلبراں کی بات ہے

عشق کی جلوہ نمائی سب کی قسمت میں کہاں
یہ زمینوں کی نہیں یہ آسماں کی بات ہے

کھو گیا میرا سکوں، میں در بدر کب تک پھروں؟
راستوں کی تو نہیں، یہ آستاں کی بات ہے

جو بھی چاہوں ایک دن وہ مل ہی جاتا ہے مجھے
اس کی چھوڑو، یہ فقط مجھ خوش گماں کی بات ہے

مجھ پہ چلّاتا ہے اکثر گزرے لمحوں کا ہجوم
غم نہ کر اے دل! یہ عشقِ رائیگاں کی بات ہے

پاسِ توقیرِ محبت اُس کا بھی تو فرض تھا
ہاں مگر یہ فرض بھی تو قدرداں کی بات ہے

بڑھتی ہی جاتی ہے کیوں کر ساعتِ ناسازگار
میری تنہائی تو بحرِ بے کراں کی بات ہے

دل ہی جب بس میں نہیں تو شوق کیا، منزل ہے کیا
رہ گزاروں کی نہ ہی یہ کہکشاں کی بات ہے

زندگی کی تلخیاں مجھ تک نہ کیوں آئیں کبھی؟
اب سمجھ آئی کہ یہ اُس سائباں کی بات ہے ☆

خود ہی پیچھے رہ گیا ہوں، کیوں کسی کو دوش دوں؟
کارواں کی یہ نہ میرِ کارواں کی بات ہے

کیوں اچانک سے سبھی منظر سُروں میں ڈھل گئے؟
جانِ ساحرؔ کی یہ جانِ مہوشاں کی بات ہے

کون کرتا ہے نچھاور اپنی جاں اب عشق میں
جھوٹ ہے، ساحرؔ یہ زیبِ داستاں کی بات ہے

☆ اباجی کی نذر

○

ماورائے عقل کچھ بھی میں کبھی لکھتا نہیں
زندگی سے پیار ہے میں خواب میں جیتا نہیں

جیسا ہوں ویسا ہی ہوں، خود سے کبھی بنتا نہیں
جھوٹ کے ملبوس میں چھپ کر کبھی رہتا نہیں

ساتھ دے تو ساتھ دوں گا چھوڑ دے تو چھوڑ دوں
بے وفاؤں کی جفائیں خود پہ میں سہتا نہیں

خواہشوں کو مارنے کی ہو گئی عادت مجھے
دل میں رکھتا ہوں زباں سے میں کبھی کہتا نہیں

کیا بتاؤں کیا حقیقت ہے، فقط جانے خدا
جو نظر آتا ہے، اکثر ویسے وہ ہوتا نہیں

میں بہت مغرور ہوں الزام ہے احباب کا
بولتا ہوں کم، زیادہ بات میں کرتا نہیں

میں بھی ہوں انسان، انسانوں سی ہے فطرت مری
چاہتا ہوں حُسن کو پر حُسن پر مرتا نہیں

مجھ میں شاید روح بچے کی کوئی پھونکی گئی
جب تلک نہ دیکھ لوں بابا کو، میں سوتا نہیں

O

میں نہیں آج کے نصابوں میں
تم مجھے ڈھونڈنا سرابوں میں

اس کی آنکھوں میں پڑھ لیا خود کو
جی نہیں لگ رہا کتابوں میں

تم ہی سب کائنات ہو میری
مت پڑو یار یوں حسابوں میں

تجھ خمار آفریں کے ہوتے ہوئے
کیا رکھا ہے صنم شرابوں میں

ہر کوئی بن گیا مِرا ناصح
پھنس گیا ہوں عجب عذابوں میں

خیمۂ جاں ہوا کی زد پر ہے
روح اَٹکی ہے کچھ طنابوں میں

شہر کی بِھیڑ میں نہیں رہتا
میں ملوں گا تجھے خرابوں میں

○

کیا بتاؤں کیا ستم اس دل پہ کر جاتی ہے یاد؟
اب حدودِ جاں سے بھی اکثر گزر جاتی ہے یاد

میری آنکھوں کے چمن سے چھین کر رنگِ بہار
پیچھے آنکھوں کے سمندر میں اُتر جاتی ہے یاد

رتجگوں سے کیسا بندھن بندھ گیا ہے ان دنوں
کروٹیں ہر شب مرے بستر پہ دھر جاتی ہے یاد

میرے چہرے سے عیاں ہوتا ہے میرا حالِ دل
جب بھی آتی ہے تو چہرے پر بکھر جاتی ہے یاد

ہجر کے صحراؤں میں رہتی ہے رقصاں رات بھر
جب بھی چلّاتی ہے تنہائی تو ڈر جاتی ہے یاد

ڈوبنے لگتا ہے جب بھی آفتابِ شامِ غم
چپکے چپکے دل کے آنگن میں اُتر جاتی ہے یاد

فصلِ گل ہو یا دَھنک ہو چار سُو پھیلی ہوئی
میری دنیا میں خزاں کے رنگ بھر جاتی ہے یاد

○

جو کھو جاتا ہے ساحرؔ! وہ دوبارہ کیوں نہیں ملتا
اُمیدیں ٹوٹ جاتی ہیں سہارا کیوں نہیں ملتا

اُنھیں ہر گام مل جاتا ہے منزل کا نشاں لیکن
مجھے ہی اِن اندھیروں میں اشارہ کیوں نہیں ملتا

فلک پر دیکھتا ہوں تو ستارے ہی ستارے ہیں
جو منزل کا نشاں دے، وہ ستارا کیوں نہیں ملتا

گماں کی گرد میں لپٹا ہوا ہر ایک منظر ہے
اب آنکھوں کو کوئی اُجلا نظارا کیوں نہیں ملتا

مِرے دل کی زمینوں پر خزائیں ختم کب ہوں گی
مِری آنکھوں کے دریاؤں کو دھارا کیوں نہیں ملتا

بظاہر تو بہت سے لوگ میرے ہم سفر ہیں، پر
جسے دل نے مرے دل سے پکارا، کیوں نہیں ملتا

مجھے افسردگی کی فصل کو یکسر جلانا ہے
مجھے کوئی رجا کا اب شرارہ کیوں نہیں ملتا

زمانے کے دھندلکوں میں وہ کھویا، پھر نہیں لوٹا
وہ اپنا یار، وہ ہمدم ہمارا کیوں نہیں ملتا

مِری ناؤ کو منجدھاروں نے یکسر گھیر رکھا ہے
موافق ہیں ہوائیں، پر کنارا کیوں نہیں ملتا

○

کسی کی سوچوں میں کھو کے یوں محوِ یاس رہنا نہیں مناسب
کہ سُرمئی شام میں یوں تنہا اُداس رہنا نہیں مناسب

نہیں ہے اچھا کہ ساونوں میں زمینِ دل پر یوں آگ برسے
بہار رُت میں شجر کا یوں بے لباس رہنا نہیں مناسب

کہا بھی تھا کارِ زندگانی بہت کٹھن ہے خیال رکھنا
یوں ہر گھڑی اُس کی یاد میں بدحواس رہنا نہیں مناسب

غموں کا عفریت آن بیٹھا ہے میری منزل کے راستے میں
دلِ حزیں تیرا مبتلائے ہراس رہنا نہیں مناسب

نہیں ہے اچھا کہ زندگی کی صعوبتوں کو پہاڑ سمجھو!
حسین چہرے پر ایسے ہر پل رُواس رہنا نہیں مناسب

O

مدت سے اشتیاق تھا ملنے کا آپ سے
لمحات اتنے تیز گزرنے لگے ہیں کیوں؟

جو طے کیا تھا آپ نے چائے کی میز پر
اُس بات سے جناب مکرنے لگے ہیں کیوں؟

مجھ کو بگاڑنے میں جو شامل تھے میرے دوست
سب چھوڑ چھاڑ کر وہ سُدھرنے لگے ہیں کیوں؟

ناصح بنے ہوئے تھے جو سارے جہان کے
خود اُلٹے سیدھے کام وہ کرنے لگے ہیں کیوں؟

سوچا تھا اپنی پریت رہے گی تمام عمر
سب خواب ریزہ ریزہ بکھرنے لگے ہیں کیوں؟

وہ بھی شریکِ جرم تھے، وہ بھی تو ساتھ تھے
الزام اک مجھی پہ ہی دھرنے لگے ہیں کیوں؟

اُن کی تو آرزو تھی کہ میں ہی ملوں اُنھیں
اب اور خواہشات پہ مرنے لگے ہیں کیوں؟

ساحرؔ تمام عمر جیے سر اُٹھا کے ہم
حیرت ہے اپنے آپ سے ڈرنے لگے ہیں کیوں؟

○

ایک پیمان کی توقیر پڑی رہتی ہے
دل کے دروازے پہ زنجیر پڑی رہتی ہے

ایک مدت ہوئی رخصت ہوئے دنیا سے مجھے
میں نہیں ہوں، مری تصویر پڑی رہتی ہے

جس کے ماتھے پہ محبت کا ستارا چمکے
اس کے قدموں تلے تحقیر پڑی رہتی ہے

یوں تو سب ٹھیک ہے لیکن مِرے مَن آنگن میں
اِک حسیں یاد سی دلگیر پڑی رہتی ہے

میرے کمرے کو مِرے دوست نہ خالی سمجھو
اس میں اک خواب کی تعبیر پڑی رہتی ہے

آخرش وہ بھی کسی اور کے کاندھوں پہ چلے
جن کی دہلیز پہ تقدیر پڑی رہتی ہے

نیند جاتی رہی، اب اُن کے سرہانے کے تلے
پیر وارث کی لکھی ہیر پڑی رہتی ہے

○

ہم وہ سفر نصیب کہ رستوں میں کھو گئے
اُلجھے ہر ایک بھیڑ سے، لوگوں میں کھو گئے

کوئی بھی کام ہم سے مکمل نہ ہو سکا
سب چھوڑ چھاڑ کر تری سوچوں میں کھو گئے

فرقت شعار دُور سے بس دیکھتے رہے
وصلت شعار حسن کی بانہوں میں کھو گئے

دو چہرگی کا سایہ ہے سارے جہان پر
گھر سے نکلتے ساتھ ہی چہروں میں کھو گئے

جیتے ہوؤں کی فکر کسی کو نہیں یہاں
زندوں کو چھوڑ کر سبھی مُردوں میں کھو گئے

ہم وہ سیاہ فکر کہ دولت کے زَعم میں
رشتوں کو بھول بھال کے رتبوں میں کھو گئے

البم پرانی مل گئی فائل تلاشتے
تصویر اُس کی دیکھ کے یادوں میں کھو گئے

○

رات کا پہر پچھلا اور اُداس خاموشی
اس کی آس شہنائی، میری آس خاموشی

پیچھے ان فصیلوں کے کچھ بھی ہو مجھے کیا ہے
اُس کو راس آوازیں، مجھ کو راس خاموشی

میں سوال کیوں کرتا، وہ جواب کیوں دیتی
وہ سوال کرتی ہے، میرے پاس خاموشی

تشنگی جوابوں میں جتنی بھی ضروری ہے
اتنی ہی لبوں پر ہے اِک اُداس خاموشی

جوں ہی شام ڈھلتی ہے اور رات آتی ہے
محوِ رقص رہتی ہے آس پاس خاموشی

○

جیسے تیسے دنیا داری سیکھ گئے
دنیا سے ہم بھی فنکاری سیکھ گئے

ہم مفتوحہ ذہنوں والے کیا کرتے؟
دیکھو آخر ہم لاچاری سیکھ گئے

باتوں ہی سے کام چلا لیتے ہیں اب
دوست ہمارے پرسہ داری سیکھ گئے

جنگ رہی ہے جیون بھر کٹھنائیوں سے
لڑتے لڑتے ہم جی داری سیکھ گئے

رہزن اور رہبر میں ایکا کم تھا کیا؟
اب تو رکشک بھی غداری سیکھ گئے

کوئی اگر کچھ کام ہے تو اپنا ہے
ہم بھی کیسی رِیت نیاری سیکھ گئے

بَھول پَنے میں کب تک دھوکا کھاتے ہم
گرتے پڑتے ہم مکاری سیکھ گئے

○

اِک دیوانہ سا پھرتا ہے
بالکل ساحرؔ کے جیسا ہے

سورج کو دل دے بیٹھا ہے
خود سحری کا ایک دیا ہے

جب بھی کوئی دکھ جھیلا ہے
میں نے تجھ کو ہی سوچا ہے

تم تو خوش ہو، تم کو کیا ہے
دل تو میرا ہی ٹوٹا ہے

خود کو جھوٹا کون کہے گا
ہر کوئی سچا بنتا ہے

تیرا ہر شکوہ نا جائز
تم نے خود رستہ بدلا ہے

میں تیرے جیسا کیسے ہوں؟
میرا تو اِک ہی چہرہ ہے

مانا تم حساس بہت ہو
درد مجھے بھی تو ہوتا ہے

جانے کی دھمکی دیتے ہو؟
جاؤ میں نے کب روکا ہے

تیری بھی غلطی تھی لیکن
مجھ پر ہی الزام لگا ہے

شکوہ تو میرا بنتا تھا
تُو کاہے مجھ سے روٹھا ہے؟

جھوٹ تمھاری فطرت ہے، پر
میرے دل کا خون ہوا ہے

کاش کوئی ساحرؔ کا ہوتا
ساحرؔ تو سب کا اپنا ہے

○

ساعتِ نا تمام تنہائی
ہم سفر صبح و شام تنہائی

درد ہے بحرِ بے کراں لیکن
تشنہ لب تشنہ کام تنہائی

کچھ مزاحم سفر میں تیرہ شبی
کچھ ہے راہِ دوام تنہائی

مجھ کو منزل نہ راستوں کی خبر
میرا شاید مقام تنہائی

میں فصیلوں سے کیوں کروں باتیں
ہے مِری ہم کلام تنہائی

عشق کی ہے عطا اکیلا پن
یوں ہوئی میرے نام تنہائی

ہے عجب زیست کا سفر ساحرؔ
ہر قدم، ہر دو گام تنہائی

○

تُو میرے درد کا درماں نہیں ہے
تِرا مجھ پر کوئی احساں نہیں ہے

مِری ہم رقص یادیں ہیں سہانی
نہیں کچھ غم کہ تو رقصاں نہیں ہے

میں محوِ کرب، تو محوِ تماشا
ہماری کیفیت یکساں نہیں ہے

مجھے پڑھنا ہے تو آنکھوں میں جھانکو
مِرے سینے میں کچھ پنہاں نہیں ہے

عجب فرسودگی چھائی ہے ساحرؔ
نئی تعبیر کا امکاں نہیں ہے

○

اکیلا تھا اکیلا ہی رہوں گا
میں سب کا ہوں، مِرا کوئی نہیں ہے

ابھی قندیل تنہائی ہے روشن
ابھی قسمت مِری سوئی نہیں ہے

شبِ ہجرت کی باتیں ہو رہی ہیں
مگر یہ آنکھ کیوں روئی نہیں ہے؟

کسی کی یاد ہے محفوظ دل میں
متاعِ زندگی کھوئی نہیں ہے

فقط احوال موزوں کر رہا ہوں
یہ باتیں ہیں، غزل گوئی نہیں ہے

اُسی کو کاٹتا رہتا ہوں ہر پل
جو فصلِ غم کبھی بوئی نہیں ہے

میں دل بہلانے کا ساماں ہوں ساحرؔ
مِری قسمت میں دلجوئی نہیں ہے

○

مِرے عروج کو کچھ اس طرح گرایا گیا
جو میں نہیں تھا وہ دیکھا گیا، دِکھایا گیا

خوشامدوں کا سلیقہ مجھے نہیں آتا
اسی لیے مجھے منظر سے تھا ہٹایا گیا

میں ہاں میں ہاں جو ملاتا تو بزم میں رہتا
مرے مزاج کے کارن مجھے اُٹھایا گیا

فضول ناز اُٹھانا مجھے نہیں آتا
یہی وجہ ہے بہت جلد میں بُھلایا گیا

جو چپ تھا اس کو بھی دے دی گئی زبان دراز
ستم ظریف کو اتنا یہاں ستایا گیا

میں صرف سینہ بہ سینہ یہاں نہیں پہنچا
لکھا گیا تھا میں، لکھ کر مجھے مٹایا گیا

O

منزل ہے پر رستہ نئیں ہے، تاریکی ہے
سچ ہے یہ کوئی سپنا نئیں ہے، تاریکی ہے

یہ کرنا ہے، وہ کرنا ہے، کام بہت ہیں
کچھ بھی اب تک سوچا نئیں ہے، تاریکی ہے

آئینوں کے بیچ کھڑا ہوں، اُلجھن میں ہوں
چہرہ اپنا دیکھا نئیں ہے، تاریکی ہے

چاند اور تارے اپنے ہیں پر کام کے نئیں ہیں
سورج ہے، پر اپنا نئیں ہے، تاریکی ہے

رات سمے میں سُونا گھر اور یاد تمھاری
تنہائی بھی تنہا نئیں ہے، تاریکی ہے

ساتھ ہے میرے، کیا پہچانوں، کون ہے وہ؟
سَر ہے لیکن چہرہ نئیں ہے، تاریکی ہے

صدیوں کی ہے دَرد حیاتی قسمت میں
سال، مہینہ، ہفتہ نئیں ہے، تاریکی ہے

اپنی دھن میں یار مگن ہیں، ایسے میں
دھیان کسی پر جاتا نئیں ہے، تاریکی ہے

ظاہر رہبر، باطن رہزن، عجب تماشا
کہتے ہیں یہ دھوکا نئیں ہے، تاریکی ہے

○

بات جو بگڑ گئی تھی یوں سنوار دی گئی
کہ اُن کی بے رخی اُنھی کے مُنھ پہ مار دی گئی

پھر امیرِ شہر پر یقین کر لیا گیا
مِری ہر ایک بات پھر غلط قرار دی گئی

سوچ میں پڑے تھے اب وفا پہ کیا نثار ہو
سو ایک زندگی تھی پاس، وہ ہی وار دی گئی

ہم سکون کے لیے سکون ہارتے گئے
یوں ہی ہر خوشی، ہر اک خوشی پہ ہار دی گئی

وفاؤں کی طرح دعائیں قدر میں گراں ہوئیں
نذر کچھ نہیں کیا، دعا اُدھار دی گئی

○

لا حاصل تکرار میں اُلجھے
پاگل ہیں بے کار میں اُلجھے

کچھ اَن دیکھی ذات میں گم ہیں
کچھ دنیا سنسار میں اُلجھے

مایا لوبھی پریت نہ جانے
رشتوں کے بیوپار میں اُلجھے

تیری اور سفر ہو کیسے؟
مَن "جیون دیوار" میں اُلجھے

پریت کی منڈی پڑ گئی ٹھنڈی
ہم "نفرت بازار" میں اُلجھے

مَن ہے پنچھی پردیسی کا
اُڑتے ہی اتوار میں اُلجھے

سنّاٹوں پر قیس کا سایہ
جنگل، بیلے، بار میں اُلجھے

کٹی پتنگ سا لیکھ ہے اپنا
ہاتھ سے چھوٹے، تار میں اُلجھے

○

اُس کا چہرہ نظر میں رہتا ہے
دل بھی اُس کے اثر میں رہتا ہے

دل مسافر ہے اس کی راہوں کا
ہر گھڑی اب سفر میں رہتا ہے

وہ جو رہتا تھا آپ کے دل میں
آج کل اپنے گھر میں رہتا ہے

پیار بے خانماں نہیں ہوتا
پیار تو دِل نگر میں رہتا ہے

کھو نہ جائے متاعِ دل ساحرؔ
دل اِسی ایک ڈر میں رہتا ہے

○

خفا نہ کرنا کسی کو نہ ہی سزا دینا
جو وجہِ رنج ہو اُس کو بھی تم دعا دینا

تمھارے پاس جو نظمیں پڑی ہوئی ہیں مری
سنبھال کر نہیں رکھنا، اُنھیں جلا دینا

میں اپنی ساری خطائیں قبول کرتا ہوں
تمھارا ظرف بڑا ہے، وہ سب بھُلا دینا

وفا کے نام پہ کس نے رچائی ہے سازش؟
یہ کس کا کام ہے غیروں کو حوصلہ دینا؟

سبھی کا ظرف ہے اپنا، جفا کریں تو کریں
ہمارا کام ہے بس تحفۂ وفا دینا

○

دشمنی، دوستی میں بدل دیجیے
اپنے غم اب خوشی میں بدل دیجیے

میرے پاس آئیے تھوڑا جی لیجیے
بے بسی، خود سری میں بدل دیجیے

اپنے ہونٹوں کی اَمرت عطا کیجیے
مُردنی، زندگی میں بدل دیجیے

اپنی سانسوں کے سنگیت کو چھیڑیے
خامشی، راگنی میں بدل دیجیے

آپ کی مسکراہٹ سُکوں ہی سُکوں
یہ اُداسی ہنسی میں بدل دیجیے

میرے سانسوں کو سانسیں عطا کیجیے
زندگی، نغمگی میں بدل دیجیے

تھوڑا اپنے لیے تھوڑا میرے لیے
تیرگی، روشنی میں بدل دیجیے

○

کسی پہ بوجھ بنوں یہ مجھے گوارا نہیں
اسی لیے تجھے میں نے کبھی پکارا نہیں

میں جیسے چاہوں رہوں، جو کروں مری مرضی
یہ میری ذات ہے اس پر ترا اِجارہ نہیں

میں اپنی ساری سفلتائیں تیرے نام کروں
ترے خسارے ہوں میرے، تو کچھ خسارہ نہیں

تضادِ ذات میں اُلجھا تو تجھ کو چھوڑ دیا
ترے بغیر بھی میرا مگر گزارا نہیں

مجھے ضمیر ملامت کرے تو کیوں نہ کرے
کہ آج تک کبھی اپنا تو کچھ سنوارا نہیں

نظمینہ

"اِدراک"

میں سوچتا ہوں

کہ نیلگوں آسماں سے آگے جہان کیا ہے؟

زمین کیا ہے؟۔۔۔زمان کیا ہے؟

مکین کیا ہے؟۔۔۔مکان کیا ہے؟

یہ کیا ہے سورج؟۔۔۔یہ چاند کیا ہے؟

یہ جسم کیا ہے؟۔۔۔یہ جان کیا ہے؟

حیات کیا ہے؟۔۔۔ممات کیا ہے؟

میں سوچتا ہوں کہ وہ کہاں ہے؟

کہ جس کی تخلیق یہ جہاں ہے

کبھی وہ نظروں کے سامنے ہے۔۔۔کبھی نہیں ہے

کبھی ہواؤں میں لمس اُس کا

کبھی وہ دھڑکن کے ساتھ دھڑکے

کبھی لگے وہ یہیں کہیں ہے

کبھی لگے وہ کہیں نہیں ہے

مگر یہیں ہے۔۔۔

کہ وہ رگِ جاں سے بھی قریں ہے

وہ میرے اندر ہی کا مکیں ہے

مجھے یقیں ہے۔۔۔

''جمود''

مرے ہمزاد !

کچھ بھی تو نہیں بدلا

سبھی ویسے کا ویسا ہے

وہی افلاس کے مارے ہوئے ہیں سامنے چہرے

وہی دل کی تمنائیں

وہی ہیں درد کے نغمے

وہی آنسو، وہی آہیں

وہی صبحیں، وہی شامیں

وہی دن ہیں، وہی راتیں

وہی قصے، وہی باتیں

وہی سورج، وہی سایہ

وہی رستہ، وہی آفس

وہی سگریٹ، وہی ماچس

وہی کولیگ ہیں سارے

وہی ٹیبل، وہی کرسی

وہی چائے کی پیالی ہے

وہی اخبار کی خبریں

وہی ہیں فائلیں ساری

یہاں کچھ بھی نہیں بدلا

سبھی ویسے کا ویسا ہے

یہی اب زندگی کی منجمد سی اک کہانی ہے

نہ بدلاؤ کوئی آیا

نہ سلجھاؤ کوئی آیا

فقط دیوار پر ٹانگے کیلنڈر پر

لکھی تاریخ کے ہندسے بدلتے ہیں

جمودِ زندگانی توڑ کر کیسے نکل پاؤں؟

مرے ہم زاد !

بتلاؤ کہاں جاؤں؟

''جیون گھور اندھیرا''

اَنت یہی ہوتا ہے پریتم!
پریت کی رِیت پرانی
پریت کا اَنت بدل نہیں پائے
پریت رِیت کے گیانی
شام کی چوکھٹ تک آ پہنچی اپنی پریت کہانی
پریت ہماری ہار گئی
ہم رِیت بدل نہیں پائے
سورج پریت کا ڈوب رہا ہے بڑھے برہا کے سائے
شام ڈھلے گی
رات آئے گی
رات بھی ایسی برہا ماری
جس کا نہیں سویرا
جیون گھور اندھیرا

"میری شاعری ہے مِری مخاطبِ اوّلیں"

میری شاعری میری ہم نفس

میری شاعری میری ہم سفر

میری شاعری میری ہم قدم

میری شاعری میری ہم نوا

میری شاعری میرے رُو بہ رُو

میری شاعری میری گفتگو

میری شاعری میری ہم زباں

میری شاعری میری راز داں

میری شاعری ہے مِری مخاطبِ اوّلیں

میری شاعری میری داستاں

”دوچہرگی“

کوئی تو ایسا ہو جو کچھ ایسی کہانی لکھے
کہ جس کہانی میں خود وِلن ہو
وہ اپنا کردار اس طرح سے بیاں کرے کہ نہ باوفا ہو، نہ پارسا ہو
کوئی تو ایسا بھی ہو جو ایسے دکھائے جیسے وہ اصل میں ہے
کوئی تو ایسا بھی ہو جو اپنی کثافتوں کو
قلم کی فیاض ندرتوں کے سپرد کر دے
سبھی کی اپنی کہانیاں ہیں
کوئی بھی اپنی کہانیوں میں ولن نہیں ہے
سبھی ہیں اچھے، سبھی ہیں سچے
یہاں کوئی بھی برا نہیں ہے

نہ کوئی جھوٹا، نہ بے وفا ہے

نہ کوئی خائن، نہ کج ادا ہے

نہ کوئی غاصب، نہ راہزن ہے

مبالغوں کا یہاں چلن ہے

سبھی نے اپنی کہانیاں یوں گھڑی ہوئی ہیں

کہ ہر کہانی میں دوسروں کو وِلن بنا کر دکھا رہے ہیں

سبھی کی اپنی کہانیاں ہیں

کوئی بھی خود کو ولن بنا کر نہیں دکھاتا

کوئی بھی اندر کی اپنی کالک نہیں بتاتا۔۔۔

"الوداع"

زندگی کی حقیقت کو سمجھا ہوں اب
اس لیے اجنبی!
اس ملاقات سے، ایسے لمحات سے
ان طلسمات سے بھر گیا دِل مرا
جب سے جیون کو دیکھا ہے نزدیک سے
میں ہوں بےزار سا ایسی تقسیم سے، ایسی تفریق سے
اپنی فطرت کو دیکھوں یا دیکھوں میں جیون کی سچائیاں؟
تیری قربت کو چاہوں یا سوچوں زمانے کی کٹھنائیاں؟
اجنبی! تیرے ترکِ حجابات کو
تیرے جلتے سلگتے سے جذبات کو

ایسی وصلت کے رنگین لمحات کو
ٹوٹتی رات کے اِن طلسمات کو
تجھ سے ایسی کسی بھی ملاقات کو
میری آزاد فطرت کی سوغات کو
لے چلو دُور مجھ سے میں مجبور ہوں
یہ نہ سمجھو کہ میں کوئی مغرور ہوں
اصل میں، میں محبت کا مفرور ہوں
زندگی کی حقیقت کو سمجھا ہوں اب
اب تمھاری رفاقت نہیں چاہیے
اب یہ قربت، محبت نہیں چاہیے
تلخیاں زندگی کی بہت ہیں مجھے
مجھ کو تمھاری صورت نہیں چاہیے
جو مجھے ہی مری ذات سے چھین لے
مجھ کو ایسی ضرورت نہیں چاہیے۔۔۔

''بازیافت''

رہِ حیات میں بھٹکا ہوا مسافر میں
اکیلے پن کی اذیّت سے مضمحل ہو کر
اپنے اِس نامراد جیون سے
فرار ڈھونڈتا پھرتا رہا صحراؤں میں
سانسیں رکتی ہوئی محسوس تو ہوتی تھیں مگر
روح اِس جسمِ ناتواں سے نکلتی ہی نہ تھی
مجھے عذابوں کے ناگ ڈستے تھے لمحہ لمحہ
ستم کے کرب میں لپٹی ہوئی صدائیں مری
فصیل جاں سے یوں ٹکرا کے لوٹ آتی تھیں
کہ جیسے میں کسی وحشت بھرے جنگل میں تھا۔۔۔

پھر ایک دن ترے سپنوں کی شال اوڑھے ہوئے
زمانے بھر کے دُکھوں کا میں راز داں بن کر
تمھاری گاؤں سے گزرا تو انقلاب آیا
بدل گیا مِرا جیون بس ایک لمحے میں
ہر ایک سمت تمھاری ہنسی کھنکتی تھی
ہنسی سُنی جو تمھاری تو دشتِ زیست مِرا
خوشی سے بھر گیا ہر سُو بہار لوٹ آئی
خزائیں ختم ہوئیں کونپلیں نئی پھوٹیں
غموں کی دُھوپ میں تسکین کی برکھا برسی

”اعتراف“

کیا عجب مصیبت ہے
اپنے ذہن و دل پر ہی دسترس نہیں میری
اُس کو بھول جانے کی کوششوں میں رہتا ہوں
اُس کو بھول جانے کی
کوئی بھی مری کوشش
کارگر نہیں ہوتی۔۔۔۔

"تِری ہنسی مرے جیون کی ضرورت ہی تو ہے"

(نورِ سحر، تحریمِ سحر اور سلمان شبیر مرزا کے لیے)

تمھارا ہنسنا ہے ایسا ہنسنا
کہ اِس ہنسی کی جنوں خیز بارشوں میں اگر
خار بھیگیں تو پھول بن جائیں
کہ اس ہنسی کی بہاروں میں دشت و صحرا بھی
مِرے لیے تو رہِ لالہ زار بن جائیں
ہاں! یہ ہنسی مِرے جیون کی ضرورت ہی تو ہے
سُوکھتے پیڑ کو پانی کی ضرورت جیسے۔۔۔۔

''سوچ کا محور''

اُسے سوچوں، اُسے دیکھوں
اُسے ڈھونڈوں، اُسے چاہوں
وہی میری تمنا ہے، وہی ہے آرزو میری
اسی سے خواہشیں ساری، وہی ہے جستجو میری
وہی میری حقیقت ہے، وہی میری کہانی ہے
وہ میری ذات کا حصہ، وہ سانسوں کی روانی ہے
وہ میری سوچ کا محور، وہ وجہِ زندگانی ہے

”لاحاصل“

شاخ سے ٹوٹے ہوئے پتے کے جیسی زندگی
پھر ہوا کے دوش پر
لے چلی جانے کہاں؟ کس سمت؟ کیسے دیس میں؟
سوچتا ہوں ۔۔۔
کب ملیں گے راستے؟
کب ملیں گی منزلیں؟
کب رُکے گا یہ سفر؟
کب تلک یوں ماورائے دسترس ۔۔۔
ان ہواؤں کے کرم پر زندگی کرتا رہوں گا
روز میں جیتا رہوں گا، روز ہی مَر تا رہوں گا

"سرگشتگی"

عجیب عالم ہے خواب جیسا، سراب جیسا
میں ایک سیڑھی سی چڑھ رہا ہوں، میں بڑھ رہا ہوں
قدم قدم پر ہے واہمہ کہ یہی ہے منزل۔۔۔
عجب سی اِک کشمکش ہے دل میں۔۔۔
چلے گا میرا سفر کہاں تک؟ کہاں تلک اُس کو ڈھونڈنا ہے؟
وہ کب ملے گا؟ کہاں ہے منزل؟
چہار سُو ہیں نظر کے دھوکے
قدم قدم پر اِک امتحاں ہے
ہر ایک منظر دُھواں دُھواں ہے
وہ کس جگہ ہے؟ وہ کس طرف ہے؟ کہاں کہاں ہے؟
بہت ہوا اَب دکھائی بھی دے۔۔۔
وہ کیوں نہاں ہے؟
کہاں عیاں ہے؟

"تُو رادھا میں شام"

میرے مَن مندر میں تو نے پریم کا دیپ جلایا
جب سے تیرے درشن ہوئے اور نہ کوئی بھایا

ناگن دیوی جیسی تیری زُلفیں جب لہرائیں
میری مَدھ ماتی آنکھیں بس دیکھتی ہی رہ جائیں

تیرے ہونٹ رسیلے، تیرے نین نشیلے ایسے
بَن میں صبح سویرے شبنم بکھری ہوئی ہو جیسے

ریشم جیسا تن تمہارا جوبن چمکے مہکے
مَن بگیا میں گوری تیرے پریم کا پنچھی چہکے

سچ ہے جب سے دیکھا تم کو میری سُدھ بدھ کھوئی
سُندر رتا سے بھری ہے دنیا، تجھ سا مگر نہ کوئی

سُن ری پگلی! تیرا میرا بندھن بہت نیارا
میرے بُجھتے مَن دیپک کو تیرا ایک سہارا

دھڑکن دھڑکن کو رہتا ہے تیرے نام سے کام
تیری میری عجب کہانی، تو رادھا میں شام

"سیاہ رت"

مشکلوں نے دیکھ لی چوکھٹ مِری
ایک سے نکلا تو اِک اور آ گئی
ہر نظر میں طعنہ و تشنیع ہے
بدنصیبی آبرو کو کھا گئی
زندگی میری مسلسل رات ہے
تیرگی کو میری صورت بھا گئی

Closed End

دلِ ناتواں! نہ ہو بدگماں
کہ نہیں یہاں کوئی مہرباں
مرا رازداں بھی نہیں رہا
کہ خزاں زدہ سی بہار ہے
نہ سکون ہے، نہ قرار ہے
میں شکستہ جاں، میں شکستہ پا
میں دریدہ دل، میں تپیدہ سَر
ہے عجب سماں، چلوں کس طرف؟
نہ ہے راستہ، نہ ہے کارواں
مِری زندگی بنی امتحاں
نہ ہے کوئی حَل، نہ فرار ہے

"دعا"

خُدایا! میرے جتنے چاہنے والے ہیں دنیا میں
سبھی کو راحتیں دے کر دُکھوں سے دُوریاں دے دے
جنھیں حرف و قلم، صوت و صدا کا شوق بخشا ہے
اُنھیں وسعت ہنر میں دے، اُنھیں مشہوریاں دے دے

"اَبتری"

پیڑ کٹا اور سایہ روٹھا، چڑیوں کی چہکار گئی

مَرمَر نے آنگن کو ڈھانپا، مٹی کی مہکار گئی

بلبل روٹھ گئے ہیں، جب سے گاؤں نگلے شہروں نے

گیت ہوا کے رہے نہ باقی پتوں کی چھنکار گئی

"آرزوئے خام"

اے شہر والو! کوئی بھی ایسی دکاں کھُلے تو مجھے بتانا
جو رتجگے لے کے نیند بیچے، جو درد لے کر قرار بیچے
کوئی تو ایسا بھی سوداگر ہو جو زرد موسم سے بے خبر ہو
جو شہر میں میرے پھول لائے، خزاں خریدے، بہار بیچے

"بے بسی"

زندگی کال کوٹھڑی سی ہے
تھک چکا ہوں مگر میں ہارا نہیں
سَر اُٹھاؤں تو چھت سے لگتا ہوں
سَر جھکانا مگر گوارا نہیں

"دلِ مضمحل"

مِری جاں مجھ پہ اِک احسان کر دو
مِری مشکل کو تم آسان کر دو
مِرے دل کو عجب سی چُپ لگی ہے
اِسے تم اپنی دھڑکن دان کر دو

"تَن بیتی"

وقت کی دھول میں دَب جاتے ہیں جذبات یہاں
یہ ہے دنیا یہاں حالات بدل جاتے ہیں
غم نہ کرنا کہ زمانے کا ہے دستور یہی
میرے جیسے کئی گِرتے ہیں، سنبھل جاتے ہیں

"مَن بیتی"

تم سے بچھڑوں گا تو تنہائیاں آئیں گی مجھے
ایسا سوچا ہی نہ تھا میں نے جدا ہونے تک
کس طرح روٹھنے والوں کو منایا جائے
سیکھتا کون ہے اپنوں کے خفا ہونے تک

Speculation

ہم ہیں گر خاک سے بنائے ہوئے
خاکیوں نے لباس کیا کرنا
بات گر ماورائے عقل ہے یہ
بے سبب پھر قیاس کیا کرنا

"نگاہِ واپسیں"

دعائے حرزِ جاں لے کر سفر پر چل پڑا ہوں میں
مجھے معلوم ہے قسمت میں اب صحرا نوردی ہے
نگاہِ واپسیں ڈالی تو خود کو بھی نہ پہچانا
مرے شوقِ جنوں نے میری کیا حالت سی کر دی ہے

"بدونِ دلیل"

بے سبب ضد بھی نہیں ہوتی کسی سے ساحرؔ
پیار ہوتا ہے تو تکرار بھی ہو جاتی ہے
لیکن انکار کی تکرار کا مطلب کیا ہے
یوں ہی بے کار کے انکار کا مطلب کیا ہے

"ڈاکٹر شکیل کاسیروی کے لیے"

عجب کھیل قسمت نے کھیلا ہے مجھ سے
مجھے دوستی بھی نبھانی ہے مشکل
فقط پاس اپنے دعاؤں کی دولت
یہ آسودگی کی کہانی ہے مشکل

”حسرت“

پناہ ڈھونڈتا ہوں!
مگر اب کہیں بھی نہیں ہے کوئی سائباں۔۔۔
دے سکے جو اَماں
جو مجھے اس صعوبت بھری دھوپ نگری میں ایسے سہارے
بھلا دوں میں آلام سارے کے سارے
کسے اب صدا دُوں؟ کسے میں پکاروں؟
پناہ ڈھونڈتا ہوں!
مگر اب کہیں بھی، کوئی بھی نہیں ہے، مجھے جو سنبھالے
جو میری سیہ رات کے جیسی دنیا کو آ کر اُجالے
جو ڈَستے اندھیروں سے مجھ کو بچالے
جو میرے لیے سب مناصب بھلا کر
مجھے میری پستی سے آ کر اُٹھالے

''لامسافت''

مِری زندگی کاسفر بھی عجب ہے
کہاں سے چلا تھا، کہاں آ گیا ہوں؟
میں جیون نگر کے عجب راستوں سے گزرتا ہوا
اب وہاں آ گیا ہوں جہاں رُو بہ رُو کوئی رَستہ، نہ منزل
مِرے چار سُو ایسے دُھندلے مناظر
دِکھائی نہ دے، کچھ سجھائی نہ دے
مِری زندگی کا سفر بھی عجب ہے
یہ برسوں کی لمبی مسافت غضب ہے
خدا جانے اس رہ نوردی کا حاصل؟
جہاں سے چلا تھا وہیں اب کھڑا ہوں ۔۔۔

"کنفیوژن"

عجب سی کنفیوژن ہے
ہر اک بندہ یہاں عالم
جسے دیکھو وہی فاضل
سبھی کا فلسفہ اپنا
چلیں ایسا بھی جائز ہے!
مگر ان فلسفوں کا سب پہ کیوں اطلاق ہو جبراً؟
سبھی خود کو سمجھتے ہیں وہ حق پر ہیں، وہ سچے ہیں
سوا اُن کے سبھی جھوٹے، غلط ہیں سب، وہ اچھے ہیں
جو جھوٹا ہے، وہ سچا ہے
جو سچا ہے، وہ جھوٹا ہے
عجب سی کنفیوژن ہے
خدایا! تیری دنیا کو
یہ ہم نے کیا بنا ڈالا؟

○

مِرے وجود کی پہچان چھن گئی مجھ سے
مِرا غرور تہہِ خاک جا بسا ساحرؔ ☆

○

دسمبری مزاج کا وہ ساحرِؔ دریدہ دل
ہے آج بھی اسی طرح، شکستہ جاں، شکستہ دل

○

☆ اباجی کے لیے

○

میرے شہر پر چھایا اک عجیب سنّاٹا
بھیڑ میں بھی ہے یہ کیسا مہیب سنّاٹا

○

اگر امداد پر رہتے، سہارا دیکھتے رہتے
بھنور میں ہی گھرے رہتے، کنارا دیکھتے رہتے

○

○

وہ ہے ذی ثروت و ذی شان مزاروں کی جبیں
اور بے نام و نشاں قبر کا کتبہ ہوں میں

○

دیارِ عشق میں چلنا کسی قرینے سے
کہ راہ میں کہیں منصور کا مزار بھی ہے

○

○

ایک تم ہی تو جانتے ہو مجھے
اِک تمھی ہو، جسے میں جانتا ہوں

○

تم بتّیس کی ہو کر جوبن کھو بیٹھیں
میں چھتیس کا ہو کر اب بھی ساحرؔ ہوں ☆

○

☆ 12دسمبر 2019ء